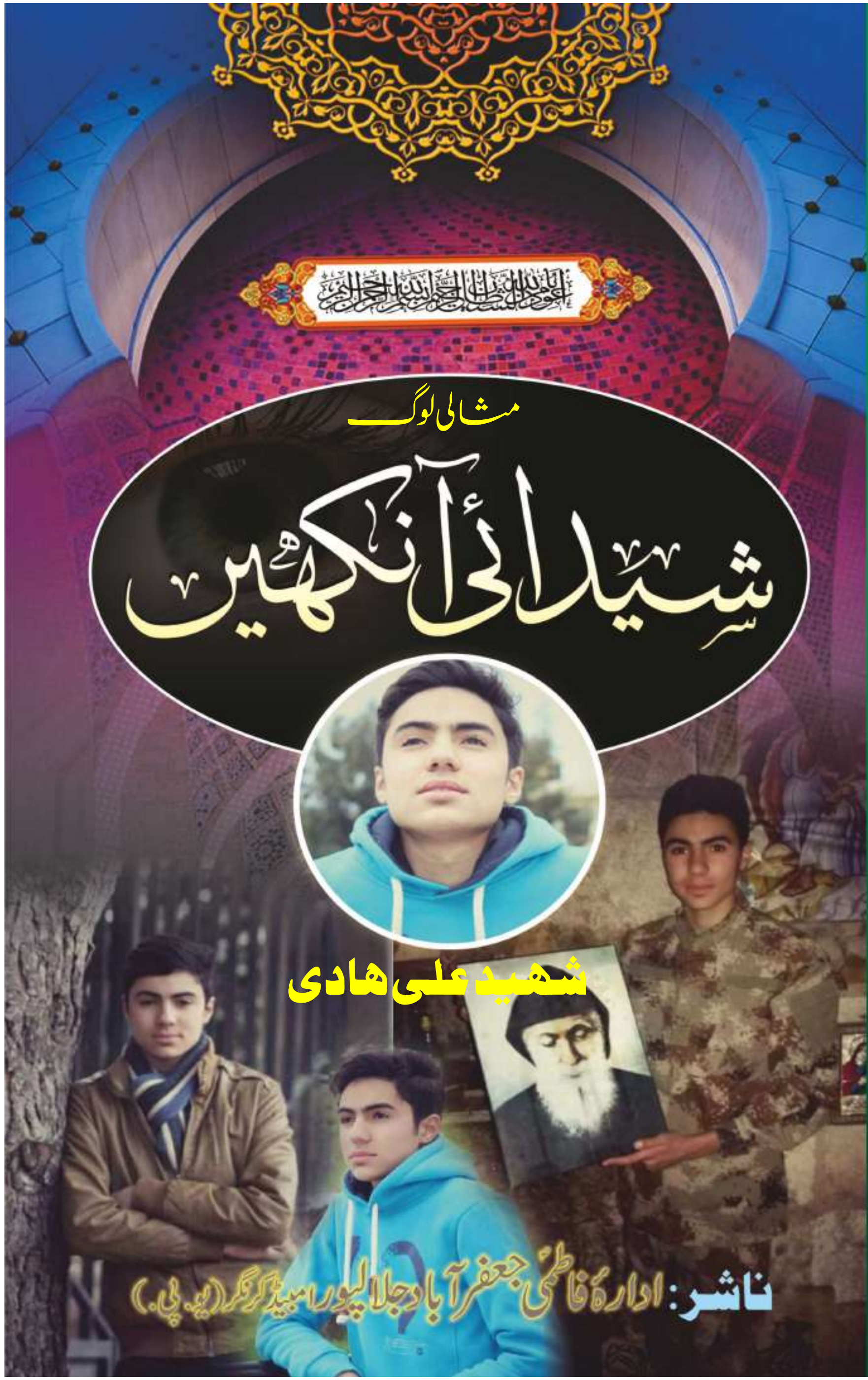
مثالی لوگ
شیدائی آنکھیں
شہید علی ہادی
ناشر: ادارۂ فاطمی جعفرآباد جلالپور امبیڈکرنگر (یو.پی.)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شیدائی آنکھیں

پیشکش

ادارۂ فاطمی سلام اللہ علیہا جعفر آباد جلالپور امبیڈکر نگر

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب:	شیدائی آنکھیں
مآخذ:	گلستان شہداء
مترجم:	زہرا مشہدی
تاریخ:	۱ر رجب المرجب ۱۴۴۲ھ ۔ ۱۴ر فروری ۲۰۲۱ء
ناشر:	ادارہ فاطمی (ص) جعفر آباد جلالپور امبیڈکر نگر (یو۔پی۔)

انتساب

شفیعۂ محشر،

صدیقۂ طاہرہ،

شہیدۂ ولایت،

پارۂ رسالت،

معدن امامت

مرکز طہارت،

ام الشہداء

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے نام!

عرض ناشر

ایران کے اسلامی انقلاب کی برکتوں میں سے ایک ایسے ہمہ گیر چہروں کا ظہور ہے جو پوری ایک مملکت کو بیدار کرنے اور اسے ایک نئ زندگی عطا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

یہ وہ تابناک چہرے ہیں جو ایک طرف بلند اسلامی افکار سے آشنا ہیں اور دوسری طرف میدان عمل میں بھی شریعت کی پیروی میں بھی پیشگام ہیں، دشمنان دین کے مکروحیلوں کو بھی جانتے ہیں اور ساتھ ہی محاذ کفر کے ساتھ برسرپیکار رہنے پر بھی اعتقاد رکھتے ہیں اور شاید پوری تاریخ میں کبھی بھی امت مسلمہ آج کی طرح بڑی شدت کے ساتھ ایسے چہروں کے انتظار میں نہیں تھی۔

یہ عاشقانِ خدا و معشوقانِ خدا جو ایک خاص قوم و سرزمین سے بالاتر ہیں اور چونکہ یہ لوگ خالص اسلام ناب محمدی کے تربیت یافتہ ہیں لہٰذا ہر مسلمان کے لئے، چاہے وہ کسی بھی زبان و قوم سے وابستہ ہو ایک نمونہ اور آئیڈیل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس قسم کے تابناک چہروں کو پہچاننے کا ایک طریقہ ان کی زندگی کے ایسے مختلف حالات و واقعات کا مطالعہ کرنا ہے جن سے انکے بلند افکار، دینی بصیرت اور سماجی کردار کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔

ہمیں بہت فخر ہے کہ ہم ایسے چند ایک مکتب سید الشہداءؑ، پروردۂ امامِ راحل ؒ، کی حالاتِ زندگی

پر مبنی اردو لٹریچر پیش کر رہے ہیں جنھوں نے اسلامی انقلاب کی کامیابی اور اسکی جڑوں کو مضبوط کرنے میں اہم کردار نبھایا ہے اور اپنے زمانے کے طاغوت سے برسرِ پیکار رہے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ مسلمان جوان ،ان عظیم ہستیوں کو اپنا آئیڈل قرار دے کر اسلامی سرحدوں کے اندر، اسلامی فکر کی تقویت اور مذہبی اقدار کی بالادستی کے لئے کوشاں رہیں گے۔

اس مجموعے میں چند دوستوں نے تعاون دیا ہے،ہم ان سب کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

ادارۂ ھٰذا نے اس کتاب کے موضوعات کو ایرانی و دیگر ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کیا ہے۔ کتاب کو عوام کے پسندیدہ خط،فونٹ اور خوبصورت انداز میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نیٹ پر اپلوڈ کرنے والوں کی توفیقات خیر میں اضافہ فرمائے۔ خدا سے دعا ہے کہ خدمت کی توفیق کرامت فرمائے

امید ہے کہ آپ ادارۂ ھٰذا کی اس کوشش کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ اور جو غلطیاں اس میں رہ گئیں ہیں اس کو معاف فرمائیں گے۔

والسلام

ادارۂ فاطمی سلام اللہ علیہا جعفر آباد جلا پورا مبیڈ کر نگر

فہرست

☆ امام خمینیؒ 10

☆ تعارف 12

☆ آغا مصطفیٰ حسن زادہ سے کی گئی گفتگو 14

☆ ہائے وہ آنکھیں 16

☆ شہید علی ہادی کے والد حاج احمد کی زبانی 19

☆ شہید علی ہادی کی شہادت کی خبر سننا 20

☆ دوست کی زبانی 21

☆ شہید علی ہادی احمد حسین کی یاد 22

☆ انٹرویو جس نے ہمیں حضرت زہرا سے منسلک کیا 24

☆ شہید کے ساتھی برادر صدر کی زبانی 29

☆ عباس ہادی 31

امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ

مستقبل میں کچھ لوگ جان بوجھ کر یا نا سمجھی میں عوام میں یہ موضوع اٹھا سکتے ہیں کہ اتنی قربانیوں کا کیا نتیجہ نکلا!؟

انہیں یقیناً عوالم غیب اور فلسفۂ شہادت کا کوئی علم نہیں ہوگا، وہ نہیں جانتے ہوں گے کہ جو شخص محض خوشنودی خدا کی خاطر محاذ جنگ پر جاتا اور علوم کی تشتری میں سر رکھے حاضر ہوتا ہے،

گذر زمان نہ تو اس کی بقاء اور جاودانی پر اثر انداز ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے بلند مرتبہ میں کسی طرح کی کوئی کمی آتی ہے۔

ہمیں شہداء کی قدر و منزلت اور ان کے قائم کردہ نقوش کے مکمل ادراک کے لئے ایک طولانی سفر کرنا ہوگا اور گذر زمان کے ساتھ انقلاب کی تاریخ اور مستقبل کی خاک چھاننا ہوگی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ خون شہداء انقلاب اسلام کا زندگی بیمہ ہے۔

خون شہداء نے رہتی دنیا تک کے انسانوں کو استقامت اور پائداری کا درس دیا ہے اور خدا جانتا ہے کہ راہ شہادت کبھی مسدود ہونے والی نہیں ہے۔

مستقبل کی اقوام شہداء کے نقش قدم پر چلیں گی، ان کی پاک تربیتیں قیامت تک دردمندوں اور عاشقان وعارفان الٰہی کی زیارت گاہ اور حریت وآزادی کے دلدادوں کے لئے دارالشفاء رہیں گی۔

تعارف

مدافعِ حرم حضرت زینب سلام اللہ علیہا شہید علی ہادی احمد حسین العدیسہ علاقہ سے تعلق رکھتے تھے اور نبطیہ لبنان میں کفر جوز کے رہائشی تھے۔ نبطیہ میں نرسنگ کی تعلیم حاصل کرنے والے اس خوبرو نوجوان نے خان طومان خطے میں شہادت کا اعلی مقام حاصل کیا۔

اطلاعات کے مطابق، محمد ہادی کی پرورش ایک مذہبی گھرانے میں ہوئی تھی اور وہ گذشتہ سال شام میں شہید ہونے والے المنار کے ڈائریکٹر حسین عبداللہ کے رشتہ دار تھے۔

مجاہدین ساتھیوں کی شیدائی آنکھیں , بالخصوص حزب اللہ لبنان کے جوانوں کی آنکھوں کو شیدائی آنکھوں کی اصطلاح مانا جاتا ہے۔ یعنی ایسا شخص کہ جس کی آنکھیں فریاد کر رہی ہوں , وہ ضرور شہادت کا رتبہ پالیتا ہے۔

علی ہادی کے پاس بھی وہی آنکھیں تھیں___ !وہی شیدائی آنکھیں۔

میں اُس سے تب تک ناواقف تھا جب تک کہ وہ بیروت میں واقع حزب اللہ کے آفس نہیں آگیا تھا۔

ایک دن ایک کم عمر نوجوان آفس آیا اور بولا: کہ وہ شام جانا چاہتا ہے, آفس میں میں کسی عہدے پر فائز نہیں تھا, ثقافتی امور میں دلچسپی کی وجہ سے مجاہدین کے آفس میں ان کی مدد کیا کرتا تھا, لیکن جب میں نے دیکھا کہ ایسا نوجوان آیا ہے کہ جس کا ظاہر آج کل کے جوانوں جیسا ہے اور وہ شام جانے کا خواہشمند ہے تو میں تعجب میں پڑ گیا۔!!

میں اسکے سامنے آیا اور اس پر ایک نظر دوڑائی۔خوبصورت تھا اور اس کا چہرہ مجذوب کرنے والا تھا۔ میں نے دل میں کہا کہ بچے جان! تم اس قسم کی جنگ میں کچھ نہیں کر سکتے۔ بالآخر میں دل کی بات کو زبان پہ لے آیا اور اس سے مدافع حرم بننے کی وجہ پوچھی اس نے اپنا سر اٹھایا اور میری طرف دیکھا,ایک لمحے کے لئے ہماری آنکھیں ایک دوسرے سے ملی, اسکی آنکھ ملتے ہی میرے دل پر لرزہ طاری ہوگیا میں نے شیدائی آنکھوں کے بارے میں سن رکھا تھا اور اب اس وقت وہ آنکھیں میرے روبرو تھی۔

علی ہادی کی آنکھیں فریاد کر رہی تھیں کہ وہ شہید ہوگا۔!

آغا مصطفیٰ حسن زادہ سے کی گئی گفتگو

(شہید کے ایک ایرانی دوست)

میں ایک ایسی نماز کی سعادت کہ جس میں فرشتوں کی سی عبادت و بندگی کی جائے کبھی حاصل نا کر پایا لیکن ان دنوں جب وہ سوریہ جانے کے لئے موقع کی تلاش میں تھا چند بار میں نے اسے دیکھا۔

ایک مرتبہ نماز کے لئے کھڑا ہوا اقامت کہی اور نماز شروع کی, میں نے اچھی طرح اسکا جائزہ لیا, وہی فرشتوں کے جیسی نماز پڑھ رہا تھا۔ میں سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ اس کم سن و کم عمر جوان نے یہ اس قسم کی نماز, یہ فرشتوں سا طریقہ کار آخر کہاں سے سیکھا ہے؟ بندگیٔ خدا اور وہ خلوصِ بندگی اسکی ذات سے عیاں تھی۔اس نے ان چند ملاقاتوں میں میرے دل کو بھی باقیوں کی طرح اپنا شیدائی اور گرویدہ بنا دیا تھا،اس کے علاوہ میں نے یہ بھی سنا کہ علی حزب اللہ لبنان کے جوانوں میں ایک خاص قسم کی محبوبیت رکھتا ہے سب اسے بہت عزیز جانتے ہیں۔حالانکہ اسکا کام ابھی کچھ خاص نہیں تھا اسکا عہدہ یا اسکی ڈیوٹی, لیکن اسکے باوجود اسکی ذات میں ایک الگ قسم کا جذبہ تھا ایک ایسا جذبہ جو دیکھنے والے کو مجذوب کر دے۔علی میں مَیں نے کبھی

دکھاوہ یا اسکے کاموں میں کسی بھی قسم کی ریا کو نہیں پایا۔حد سے زیادہ مخلص تھا اور شاید یہ خلوص اسکے آسمانی ہو جانے کی وجہ بنا۔

ھائے وہ آنکھیں...

(ایک ساتھی کی زبانی)

شہید علی ہادی کو نرس کی حیثیت سے شامی محاذ میں بھیجا گیا جب انہوں نے تعینات کرنے کے لئے اپنے عہدیداروں کی توجہ مبذول کروائی۔ میں نے بعد میں سنا کہ اس نے وہاں نرسنگ اور نرسنگ سے زیادہ مارشل آرٹس کیے تھے۔اس کے بارے میں جو تصاویر شائع کی گئیں ان سے معلوم ہوا کہ وہ ایک مکمل جنگی قوت ہے۔

مجھے نہیں معلوم کہ ہماری پہلی ملاقات کو ابھی کتنا عرصہ گزرا تھا کہ میں نے سنا ہے کہ علی ہادی کو شہید کر دیا گیا ہے۔کہا جاتا ہے کہ وہ ایک امدادی کارروائی کے دوران ایک فوجی ایمبولینس کے اندر تھے جب تکفیریوں نے ان کی ایمبولینس کو نشانہ بنایا اور وہ 16 جون 2016 خان طومان میں 27 خرداد 1395 کو شہید ہو گئے۔ میں بیروت میں تھا جب ان کا جسد مطہر لبنان واپس لایا گیا۔سید حسن نصر اللہ نے خود علی ہادی کے شاندار جنازے میں تقریر کی۔ ہر جگہ یہی خبر چلائی جا رہی تھی کہ حزب اللہ کے کم عمر ترین مدافع حرمِ بی بی زینب سلام اللہ علیہا شہید علی ہادی کا جسد واپس آ گیا ہے۔اور یہ کہ مختلف

افکار ونظریات رکھنے والے افراد انکے جنازے میں آچکے ہیں۔ ہم فوٹو گرافی کے لئے گئے تھے کیونکہ ہم ثقافتی کام کررہے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ شہید کا جسد ایک مخصوص کمرے میں ہے۔ میں اندر نہیں جانا چاہتا تھا۔ ساتھیوں میں سے ایک نے جا کر تصویر کھینچی۔ میں نے کیمرے کی طرف دیکھا۔ اس کا چہرہ ایسا تھا جیسے وہ خاموشی سے پرسکون نیند میں سو رہا ہے۔

وہ شیدائی آنکھیں کہ جن میں شہادت کی پیاس فریاد کنہ تھی وہ مجذوب کر دینے والی آنکھیں بند تھیں۔ علی شہید ہو گیا۔

جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے برسرِ میداں مگر جھکی تو نہیں

جنوبی لبنان میں ہزاروں افراد کی شاندار موجودگی کے ساتھ شہید علی ہادی کے مقدس جسم کو تول نامی قصبے کے شیخ راغب حرب ہسپتال سے گھر منتقل کیا گیا اور انہیں لبنان کے بہترین پرجوش تقریبات میں شمار کیا جاتا ہے۔

لبیک یا زینب (سلام اللہ علیہا) اور لبیک یا حسینؑ کے نعرے ان کے گھر کے سامنے بلند ہوئے۔ شہید علی ہادی کے جنازے میں، حزب اللہ کے عہدیدار اور اہل تحریک، ریاستی اور فوجی رہنما، بشمول جنوبی خطے میں حزب اللہ کے سربراہ، مذہبی، سیاسی اور سماجی شخصیات، اسلامی مزاحمت کے حامی، امام مہدیؑ اسکاؤٹس اور جنوبی لبنان کے مختلف طبقوں کے افراد موجود تھے۔

ٹوٹے دل کے ساتھ شہید علی ہادی احمد حسین کے تابوت کو حزب اللہ کے جھنڈے میں لپیٹے ہوئے ہزاروں لبنانی افراد کے کندھوں پر چلتا ہوا باہر نکالا گیا جو چیخ چیخ کر کہتے ہیں:

"لن تسبی زینب سلام اللہ علیہا مرتین"

(زینب سلام اللہ علیہا ایک بار پھر قید میں نہیں آئیں گی)

حبشیت کی سڑکوں پر چلتے ہوئے گلزارِ شہداء پہنچے، اور یہ شہید جوانی میں اپنے شہداء کے قافلے سے جاملا...

حزب اللہ کے جوانان کی طرف سے خراج عقیدت پیش کرنے، تشیع کے مراسم، اور " شیخ عبدالکریم عبید" کی امامت میں نماز پڑھنے کے شہید علی ہادی احمد حسین کی میت کو گلزار شہداء میں اور حزب اللہ کے دیگر شہداء کے ساتھ سپرد خاک کیا گیا... 1395 میں یہ شہید قاسم الشہداء کے نام سے معروف ہوئے کہ وقتِ شہادت شہید کی عمر فقط 17 سال تھی۔

شہید علی الہادی کے والد حاج احمد کی زبانی

میرا بیٹا علی شام جانے کی اجازت لینے کے لئے میرے پاس آیا اور کہا: بابا جان... میں ایک مشن کے لئے شام کے شہر حلب جانا چاہتا ہوں... نرسنگ کے شعبے میں یہ ایک مشن ہے (کیونکہ علی کا پیشہ نرسنگ تھا اور یہ ایک فطری مسئلہ تھا)...

میں نے علی سے کہا: کیا تمہاری پڑھائی مکمل ہوگئی ہے؟ کیا اسکے بعد تمہارے پاس کوئی کام نہیں ہے کرنے کے لیے؟ علی نے کہا: بابا جان، میں نے اپنی تعلیم ختم کردی ہے نیز میرا کوئی کام بھی باقی نہیں رہا ہے۔ اب میں نے اپنے بیٹے علی کے چہرے کی طرف دیکھا تو وہی احساس اور جہاد کا جذبہ جو میں نے جوانی کے دور میں لبنان کے محاذ اور دفاع میں خود میں محسوس کیا تھا مجھے وہ وقت یاد آیا۔ یہ سچ ہے کہ جغرافیہ مختلف ہے، لیکن مقصد ایک ہی ہے, اسلامی اقدار ،سرزمین اور عزت کا دفاع کرنا، اور میں علی کو اچھی طرح سمجھتا تھا، اور اسی بنیاد پر میں نے علی کو مقدس دفاع کے میدان میں جانے کی اجازت دی، اور آج علی ہمارے لئے ایک رول ماڈل اور رہنما بن گیا ہے، اور اپنے استاد کو طالب علم کی حیثیت سے ہم اسے لے جاتے ہیں اور یہ ہمیں صحیح راہ دکھاتا ہے۔

شہید علی الہادی کی شہادت کی خبر سننا

(انکی خواہر کی زبانی)

علی اور اسکے دوستوں پر حملہ ہوگیا تھا۔ گولیوں کی برسات میں ایک گولی علی کی گردن میں لگ گئی تھی میرا علی خود بھی نرس تھا۔

میری والدہ نے تقریباً شام 3:30 بجے علی کو ایک پیغام بھیجا لیکن علی نے جواب نہیں دیا۔ میری والدہ بہت پریشان تھیں اور انہیں لگ رہا تھا کہ کچھ ہوا ہے۔

آدھے گھنٹے بعد میرے والد کے انکل اور خالہ نے میری والدہ کو بتایا کہ علی زخمی ہوگیا ہے۔ (وہ لوگ نہیں چاہتے تھے کہ علی کی شہادت کی خبر انکی والدہ کو اچانک سنائی جائے) حالانکہ علی موقع پر ہی شہید ہوچکا تھا لیکن انہوں نے یہ اطلاع نہیں دی۔ انہوں نے کہا کہ ہم افطار کے بعد اسے بتانا چاہتے ہیں میرے والد کام پر تھے اور انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ علی شہید ہوچکے ہیں لیکن وہ ہمیں بتانا نہیں چاہتے تھے۔

دوست کی زبانی

علی نے اپنی شہادت سے دو ماہ قبل ہمیں اپنے خواب کے بارے میں بتایا۔اور اس طرح بیان کیا۔ایک رات میں نے اپنے دوست شہید کو خواب میں دیکھا۔میں نے ان سے پوچھا کیا آپ شہید احمد مشلب ہیں؟

انہوں نے جواب دیا: جی ہاں

میں بولا مجھے آپ سے ایک درخواست کرنی تھی اور کچھ پوچھنا تھا۔کیا میرا نام شہداء کی اس لسٹ میں ہے جو حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے لکھی ہے؟ کیا میرا نام بھی آپ لوگوں کے ساتھ لکھا گیا ہے؟

شہید احمد بولے: آپ کا کیا نام ہے؟

میں نے کہا؛ علی ہادی۔

شہید احمد بولے؛ میں اس نام سے آشنا ہوں میں نے اُس لسٹ، جو حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے پاس تھی، میں آپ کا نام دیکھا ہے اور بہت جلد ہم سے ملحق ہو جاؤ گے۔

پھر ایسا ہوا اس خواب کے دو ماہ بعد علی ہادی شہید ہو گیا۔

شہید علی الھادی احمد حسین کی یاد

(شہید کا دوست)

کبھی کبھی ہم اپنے دوستوں کے ساتھ شیخ راغب حرب مسجد میں بیٹھ جاتے، جو ہسپتال کے قریب ایک باغ کے پاس تھی۔علی جب بھی آتا تھا تو اسکے ہاتھ بھرے ہوئے ہوتے تھے، وہ ہمارے لیے اور باقی سب کے لیے مٹھائی اور کھانے پینے کی اشیاء لاتا تھا۔اور اس طرح ہمیشہ ہمیں سرپرائیز کر دیتا تھا۔علی بہت ہی ہنس مکھ سا تھا اور ہم ہمیشہ اسکے ساتھ خوش رہتے تھے۔اپنے لطیفوں اور شوخیوں سے علی نے ہمیشہ اپنے دوستوں میں دوستانہ اور خوشگوار ماحول پیدا کیا ہوا تھا۔مثال کے طور پر، ایک دن ہمارے ایک دوست کی سالگرہ تھی۔علی نے اپنے دوست کے لئے تحفہ لیا اور اسے اپنے ساتھ لے آیا اور اسے ہمارے دوستوں کو دے دیا۔جب ہمارے دوست نے ہم سب کے درمیان وہ تحفہ کھولا جو علی نے لایا تھا، اس نے دیکھا کہ یہ بچکانہ کھلونا ہے۔جیسے ہی تحفے پر سب کی نظر پڑی سب کی ہنسی چھوٹ گئی۔اور مسلسل اسکے اس مذاق اور

دوست کی شکل پر ہنستے رہے۔آج بھی اس وقت کو یاد کرتے ہیں تو ہنسنے لگ جاتے ہیں۔اور وہ یاد ہمیں خوش کر دیتی ہے۔وہ لمحہ وہ یادوہ واقعہ بھولے گا نہیں۔

محسن وہ میری آنکھ سے اوجھل ہوا نہ جب
سورج تھا میرے سر پہ مگر رات ہوگئی۔

انٹرویو جس نے ہمیں حضرت زہرا سلام اللہ علیہا سے منسلک کیا

مئی 2016 میں , میں نے ایران میں اپنے لبنانی دوست سے ملاقات کی ,جو شہید علی ہادی کے قریبی دوستوں میں سے ایک ہے۔ایک رات ہم ایک جگہ پر جہاں ہم دوستوں سے دیر رات تک مختلف امور کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔اسی دوران شہید علی ہادی کی شہادت سے ایک رات قبل بات ہوئی میں اس گفتگو میں کھو گیا اور سنتا رہا۔

شہید علی ہادی 16 جون 2016 کو شہید ہو گئے تھے وہ وضاحت کر رہا تھا کہ افطار کے لئے ایک رات قبل ہی اسے ایک دوست کے گھر بلایا گیا تھا، بتایا کہ انہوں نے افطار کے دوران بھی ایک بار شہید علی ہادی سے فون پر رابطہ کیا۔

کہنے لگے کہ فون کے پیچھے سے، ہماری گفتگو کے درمیان ایک لرزتی آواز آرہی تھی مطلب یہ ہے

کہ گولیوں کی تیز آواز آرہی تھی، اورصورتحال بالکل ٹھیک نہیں تھی۔ جو بات انہوں نے کہی تھی وہ گفتگو میں ہی رہنا تھا, لیکن یہ دوستوں کی قربت تھی جو افطاری کے مابین مخلصانہ اور پیاری گفتگو کے بعد کا دن تھا۔ اگلے دن، ان کے سب سے اچھے دوست علی ہادی نے روزے کی حالت میں آسمان میں پرواز کرنے کے لئے اپنے پر کھولے۔

اسی رات ہم نے شہید کے اسی دوست کے ساتھ رابطے کی کوشش کی جس نے علی ہادی سے افطار کے دوران شہادت سے ایک رات پہلے بات کی تھی۔لیکن وہ دستیاب نہیں تھا۔لیکن ہم نے اس کے لئے ایک پیغام چھوڑ دیا۔ میں نے نہیں سوچا تھا کہ ہمیں کوئی جواب ملے گا۔لیکن جب اس نے اس پیغام کا جواب دیا تو آدھی رات کا وقت تھا۔ مجھے یقین نہیں آرہا تھا لیکن میں خاندانِ کرم ومعارفت (علیہم السلام) پر یقین رکھتا تھا اور یہ سب انکی عنایت کے سوا اور کچھ بھی نا تھا۔اور سب سے اچھی بات جو میں نے علی ہادی کے دوست کے پیغام کے جواب میں سنی اس میں اس کے شہید دوست شہید علی ہادی کے خواب میں شہید احمد مشلب کا آنا اور حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی فہرست میں شہید علی ہادی کے نام کی کہانی تھی۔علی ہادی کے دوست نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ میں اس کا نام نہیں لوں گا۔اور ہم نے اپنا وعدہ نبھایا۔شاید آپ اس پر یقین نہیں کریں گے،لیکن یہاں تک کہ شہید علی ہادی کے دوسرے دوستوں نے بھی ہم سے یہ کہانی سنی ہے۔

وہ مادر جان زہرا سلام اللہ علیہا کی پیروی کرتے ہیں۔واہ واہ کیا خوش قسمتی پائی ہے گمناموں

نے۔گمنام کہ جنہوں نے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کو مہربان ماں کی صورت میں پایا ہے۔

ایک دن شہید علی ہادی کے ایک ایرانی ساتھی آغا سید نے مجھے بتایا کہ شہید علی ہادی ہماری والدہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا سے متوسل تھے۔آغا سید نے مجھ سے کہا کہ اس شہید علی ہادی کو یعنی اسکے ساتھ اور اسکی راہ کو کبھی نہ چھوڑنا جو ہماری والدہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا سے وابستہ تھے۔آغا سید کی وہ بات مجھے اب تک یاد ہے اور ہمیشہ یاد رہے گی۔

میں نے بھی مادر جان حضرت زہرا سلام اللہ علیہا سے توسل کیا اور جواب بھی پایا۔یہ 1996 کے آخری ایام تھے۔جب میں نے شہداء کے خادم کا سفر شروع کیا۔

اگر چہ اس میں میرے لیے کوئی موقع، کوئی ڈیوٹی، کوئی عہدہ بھی فراہم نا تھا۔

اس سفر کا موقع مجھے کئی بار ملا تھا پر ہر بار میں نے منسوخ کر دیا۔میں نے یہ سفر کبھی ایسے نہیں چاہا تھا کیونکہ پہلی بار علی ہادی اس پورے سفر میں میرے ساتھ تھے۔اس بار بھی مجھے انکے ساتھ ہونے کا انکے پاس ہونے کا احساس ہوا کہ وہ میرے ساتھ ہے۔یہ احساس بہت حد و اندازہ سے زیادہ طاقتور تھا۔اسکی موجودگی اور میرے ساتھ ہونے کا احساس، مجھے اس سے پہلے وہ کبھی اتنا قریب محسوس نہیں ہوا تھا۔

(خبردار!انکو ہرگز مردہ نا سمجھنا۔وہ زندہ ہیں۔اور اپنے پروردگار کی طرف سے رزق پاتے ہیں۔)

پھر ہوا یہ کہ جب ان کی دادی امام رضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے ایران آئیں اور انھیں ایران کے جنوب میں شہداء کی زیارت کے لئے لایا گیا تو وہاں کے انچارج نے جوانفارمیشن پروٹیکشن

کے بندوں میں سے ایک تھا، مجھ سے بہت سارے سوالات کرنے کے بعد کہا کہ اسکو اصلاً اجازت نہیں ہے کہ وہ مجھے اندر آنے دے۔علی ہادی کے ساتھ گزارے ہوئے تمام خوبصورت لمحے یاد آئے۔تمام واقعات نظروں کے سامنے گھومنے لگے۔اچانک ہی مجھے آغا سید کی بات یاد آئی اور میرے لئے ایک چراغِ راہ کی مانند اجالا کیا۔

میں نے وہ سید آغا کی وہ بات اور باقی تمام واقعات ولمحات اس ٹیم کو بتانا شروع کیے۔میں بتاتا جاتا تھا اور انکے لئے یہ سب حیرت انگیز تھا۔انکے لئے تو یہ ایک معجزہ نما تھا کہ جس انسان کو وہ اندر نہیں آنے دے رہے وہ شہید کو اتنا قریب سے جانتا ہے۔یہ میرے لئے ایک گرین سگنل تھا جو یقیناً مجھے توسل کرنے سے ملا تھا۔یہ واقعہ ایک نشانی تھا ایک مدد تھا اور اگلی مدد تھی وہ رات کہ جس میں دیر تک میرے بھائیوں اور دوستوں کے ساتھ بیٹھے۔اور ساتھیوں میں سے ایک نے علی ہادی کی یاد شیئر کی، وہی خواب والی یاد جس خواب میں ہادی سے ملنے شہید احمد مشلب آئے تھے۔

وہاں سے میں نے ایک بار توسل کیا اور پھر ایک مدد پائی، اور وہ مدد وہ توسل کرنے کا انعام تھا شہید علی ہادی کے معزز اور بزرگ کنبہ سے ملنا۔جی ہاں مجھے اس پیروکارِ اہلبیتؑ کے گھر والوں سے ملنے کا موقع دیا تھا مادر جان حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے۔

مادر سعادت سے توسل کرنے پر انہوں نے مجھے شہید کی قربانی دینے والوں سے ملوایا۔مجھے یقین ہوگیا بلکہ اس میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ تمام شہداء مادرِ پہلو شکستہ سے متوسل ہیں۔

لیکن عملی طور پر، پہلی بار یہ میرے لئے دل اور دنیا کی آنکھوں سے دیکھا گیا تھا کہ شہداء مدد کیسے کرتے ہیں، انکا مقام کیا ہے، انکی پہنچ کہاں تک ہے، انکا وسیلا کون ہے!

علی ہادی ہر وقت ہمارے ساتھ ہے میرے ساتھ ہے میرے پاس ہے۔

میں مانتا ہوں وہ شہید ہو گیا ہے لیکن میں یہ بھی جان گیا ہوں کہ وہ میرے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔

شہداء ایک مختلف صنف رکھتے ہیں۔وہ ایک الگ مخلوق سے لگتے ہیں، آسمانی جو زمین پر بھیجے گئے ہیں تاکہ ہمیں راہ دکھا سکیں روشن چراغوں کی مانند۔ہمیں لگتا ہے شہادت بہت آسان ہے۔لیکن شہداء نے اس دنیا سے کوئی ایسی چیز نہیں لی جس کا ان سے تعلق نہ ہو کیوں کہ انکا تعلق ان چیزوں سے، اس دنیا سے تھا ہی نہیں۔

وہ خلوصِ دل کے ساتھ آئے۔دل کی پاکیزگی کے ساتھ رہے۔اور اسی مخلصانہ انداز میں اپنے پروردگار کی طرف لوٹ گئے۔اور ہم۔ہم شہادت کے لئے، حسرتیں کرتے رہ گئے۔

شہید کے ساتھی

برادر صدر کی زبانی

میں نے اسے ہادی کہا۔ حالانکہ اس کے کچھ دوستوں نے اسے علی ہادی کہا تھا، یا انہوں نے اسے صرف اس کا پہلا نام یا فوجی نام سے پکارا تھا۔ کیونکہ میری عربی اچھی تھی، میں وہاں مترجم کی حیثیت سے جاتا تھا، جب اس سے بات کرنا شروع کی تو میں بات ختم کرنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ اسکی آواز میں ایک نشہ ہوا کرتا تھا جو مجھے مدہوش کر دیتا تھا۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہی ہوتی تھی کہ وہ کیا کہہ رہا ہے! ایسا نہیں کہ میں سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے! نہیں! میں سمجھ جاتا تھا! لیکن بات سننے سمجھنے کے ساتھ ساتھ میرے حواس اسکے بات کرنے سے مدہوش رہتے تھے۔

میں کہتا! ہادی جان!

دوبارہ بولو... مجھے کہتا تھا صدری...

ہر بار میں کہتا ہادی جان!

میرا نام صدرا ہے... بولو صدر...

پھر بھی کہتا صدری...

ہادی نے مجھے اتنا صدری صدری بتایا کہ میرے عزیز دوستوں نے بھی مجھے صدری بلانا شروع کر دیا!

خواہ عربی والے ہوں یا فارسی والے...

مجھے کہتا تھا صدری میں آپکو کتنی بار کہوں میں بھی اسطرح کہتا کہ وہ متوجہ نا ہو... میں کہتا کہ میں عراقی عربی جانتا ہوں، آپ لبنانی ہیں... ان دونوں کے لہجے فرق رکھتے ہیں اس لئے مجھے بھی صدر اور صدری کا فرق سمجھ نہیں آتا ہے۔

آخر وہ بچہ بھی یہی مان لیتا تھا اور صدری صدری کا تکرار کرتا تھا۔

میں شہید کے دوستوں کے ساتھ بہت گفتگو کرتا تھا تاکہ وہ مجھ حقیر کا ہاتھ بھی تھام لیں۔ ہادی کے شہید ہونے کے بعد، وہ بھی ان پیاروں میں شامل ہوگیا، جن سے میں نے بات کی تھی۔

اس کی شہادت کے بعد بھی میں اس سے بہت زیادہ بات کرتا۔۔۔

میں نے کہا ہادی جان! میرے خواب میں آئیں، میرے پاس آ کر مجھ سے باتیں کریں یا کم از کم مجھے کوئی اشارہ دیں کوئی نشانی۔

ان کی شہادت کے دو سال اور چھ ماہ گزرنے کے بعد اور میرے بہت زیادہ توسل کرنے کے بعد، آخر کار وہ میرے خواب میں آ گئے، لیکن بات نہیں کی حتی ایک لفظ بھی نہیں!

اس نے صرف میری طرف دیکھا۔اس نے کچھ نہیں کہا۔کچھ بھی نہیں! خواب کا سارا وقت وہ اپنی ایک تصویر کی مانند گھور رہا تھا۔میں جاگ گیا، میں خوفزدہ تھا،

میں نے ہادی کو کتنا بلایا اور وہ آیا تو مجھ سے بات ہی نہیں کی!

اس کا مطلب کیا سمجھوں؟

کہ میں شہداء سے بات کرنے کا اہل نہیں ہوں؟

ہادی میری نیند میں آنے والا پہلا اور آخری شہید تھا۔لیکن میں اس سے بات نہیں کر سکا! میں جانتا تھا کہ میرے گناہوں کا بوجھ اتنا بڑا تھا کہ میں عاشقوں کے قافلے میں شامل ہونے سے رہ گیا تھا۔تو شاید ہادی نے مجھ سے اسی وجہ سے بات نہیں کی تھی اور یہ کوئی عجیب بات نہیں لگتی تھی۔کیوں کہ میں نے اس سے کہا تھا کہ بھلے بات نا کرو بھلا کوئی نشانی تو دو۔یقیناً، شاید یہ وہ علامت ہے جو میں اس سے چاہتا تھا، یہ نشانی تھی کہ او صدری! تم کر سکتے ہو....، لیکن میں... اگر اسکی دی ہوئی نشانی پر عمل پیرا ہو جاوں، سمجھ جاوں راستے بدل دوں تو ہو سکتا ہے کہ عاشقوں کی سواری اس بار مجھے تنہا چھوڑ کر نا جائے۔

خاص خاص عاشقوں کو ملتا ہے   مرتبہ سب کو یہ نصیب کہاں

سر نا ہونا یہاں عجیب نہیں   سر کا ہونا عجیب تر ہے یہاں

عباس ہادی

شہید علی ہادی احمد الحسین , حزب اللہ لبنان کے کم سن ترین شہید کے عنوان سے یاد کیے جاتے ہیں۔

وقتِ شہادت ہادی کی عمر فقط از فقط 17 سال تھی ایک ایسا نو جوان جو شہزادہ حضرتِ علی اکبر ابن حسینؑ کی پیروی کرتے ہوئے , اور اپنے زمانے کی کربلا میں اپنے مولا و آقاعج کو لبیک کہتے ہوئے خود چل کر سوریہ میں جاری جنگ کی اولین صفوں میں آ کھڑا ہوا۔

اور 27 خرد ماہ (16 جون) 1395 (2016) میں شہر خان طومان میں شہادت کے عظیم مرتبے پر جا فائز ہوئے۔

خطا کا راستہ سمجھتا ہوں باعثِ ذلت

خطر کی راہ پے چلنا فقط عبادت ہے

اگر ہے موت پے ہم سب کا اختتامِ حیات

تو زندگی کا حسیں خاتمہ شہادت ہے

عزیزانِ محترم! ۱۷ سال کی عمر میں کیا کیا نہیں کیا جانثارِ بنتِ حیدرؑ کرار نے۔کہ وہ مقام حاصل کر

لیے جہاں امام المتقیان علیہ السلام ہادی جان کو جامِ کوثر پلا سکیں۔ جہاں مادر السادات سیدہ زہراؑ ہادی جان کو اپنے لختِ جگر مظلومِ کربلا کے انصار میں شمار کرسکیں۔ اور جہاں قائمِ آلِ محمد (عج) اپنے زمانے کی فوج میں ہادی جان کو شامل کرسکیں۔

ہم نے کتنی زندگی گزاردی ہے؟ ہم کس مقام تک پہنچ سکے ہیں؟ ہم نے کتنے لوگوں کو خدا کی رضا کی خاطر خوش کیا ہے؟

خودی کی تجھ کو پہچان کیوں نہیں ہے　　تیرا خود پر ہی ایمان کیوں نہیں ہے؟
قیامِ آخر ہے نزدیک ہادی　　تیرا سامان تیار کیوں نہیں ہے؟

پروردگار ہمیں توفیق دے کہ ہم ان سب سوالوں کے جواب مثبت انداز میں دینے کے قابل ہو جائیں۔ میدان جنگ ہو یا نفس سے جہاد کا میدان ہو۔ رب العالمین ہمیں دونوں صورتوں میں سرفرازی سے نوازے۔

برائے شادی روحِ شہداء صلوات۔

(اللھم صلی علی محمد و آلِ محمد و عجل فرجھم)